ایکس چینجوں کی تاریخی بلندی وپستی

محمد احمد سبزواری

بیسویں صدی کے اوائل میں جنہوں نے بچپن میں اردو پڑھی ہو، انہوں نے مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کی اردو ریڈر ضرور پڑھی ہوں گی۔ کہ اس وقت ہر جگہ کے نصاب میں یہی داخل تھیں غالباً تیسری کتاب میں ایک حکایت تھی کہ کسی تالاب میں تین مچھلیاں رہا کرتی تھیں۔ ایک دن کچھ شکاری آئے اور باتیں کرنے لگے کہ صبح یہاں جال ڈالا جائے۔ ایک زیرک مچھلی یہ بات سن کر رات ہی کو کھسک گئی۔ دوسرے دن شکاریوں نے آکر جال ڈالا تو دوسری مچھلی مردہ بن گئی اور شکاریوں نے اس کو نکال کر پھینک دیا۔ تیسری جال سے نکلنے کے لئے پھڑپھڑانے لگی اور شکاری اسی کو گھر لے گئے۔ پاکستان کے بیشتر سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل پر یہ حکایت پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔ ہم اس وقت چونکتے ہیں جب جال میں پھنس جاتے ہیں اور کمال یہ کہ نہ تو تاخیر پر کسی پشیمانی کا اظہار کرتے ہیں اور نہ بروقت کارروائی نہ ہونے سے جو صورت حال پیدا ہوتی ہے اس سے کوئی سبق سیکھ کر آئندہ کے لئے کوئی حفاظتی اقدامات بھی نہیں کرتے۔ فی الوقت اس کی بہترین مثال ہمارے ایکس چینجوں کی کارکردگی ہے ملک میں حصص کے تین بازار ہیں۔ سب سے بڑا اور اہم کراچی کا بازار ہے۔ دوسرے نمبر پر لاہور اور تیسرے نمبر اسلام آباد کا بازار ہے گو ہر ایک کا اپنا نظام اور کاروبار کی پیمائش کا اپنا اشاریہ ہے اور حصص کی قیمتوں میں ردوبدل مقامی حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ تاہم ہوتا یہی ہے کہ کراچی کے اثرات دونوں جگہ کم وبیش متاثر کن ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا کہ کراچی کا اسٹاک ایکسچینج بھی ملک کے حصص کے بازاروں کی نمائندگی کرتا ہے۔

ہر جگہ کے اشاریے روزانہ کے ردوبدل پر تیار کئے جاتے ہیں اور ان کو نفسیاتی حدود کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کراچی کی یہ حدود عموماً چار اور پانچ ہزار پوائنٹس کے درمیان گردش کیا کرتی تھیں۔ گو 1998ء میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب یہ سطح 766 پوائنٹ پر آ گئی اور حصص کا بازار شکستگی (Crash) کے قریب پہنچ گیا تھا۔ مگر پھر آہستہ آہستہ حالات بحال ہو گئے۔ اگر 05-2004 کے موجودہ مالی سال کے آغاز سے جائزہ لیا جائے تو صورت کچھ یوں بنتی ہے کہ سال کے پہلے ماہ یعنی جولائی 04 میں کراچی کا اشاریہ 5312 پوائنٹ پر تھا چونکہ اگست اور ستمبر میں بعض کمپنیاں اپنے سالانہ حساب بند کر کے نقد منافعوں یا بونس حصص کا اعلان کرتی ہیں اور بعض سرگرم ادارے اپنے ششماہی حسابات پر عبوری منافعوں کا اعلان کرتے ہیں اور حصص کے بازار تو توقعات ہی پر زندہ رہتے ہیں۔ لہٰذا متوقع کمپنیوں اور اداروں کے حصص کی قیمتیں بڑھتی جاتی ہیں اور بازار میں تیزی کا رجحان پیدا ہونا لازمی ہے مگر اکتوبر میں اشاریہ 5467 سے آگے نہ بڑھ سکا۔ دسمبر پھر ایک تیزی کا مہینہ ہوتا ہے کیونکہ تقویمی سال پر کاروبار کرنے والے اس ماہ میں اپنا حساب کتاب مکمل کرتے ہیں چنانچہ دسمبر 04 میں اشاریہ 6213 پر پہنچ گیا پھر یہ آگے ہی بڑھتا رہا جنوری میں 6952 اور فروری میں 7015 پوائنٹ رہا۔

اصل کہانی کا آغاز مارچ سے ہوتا ہے جب روزانہ اشاریے میں تیزی سے اضافہ ہوتا رہا مارچ کے پہلے ہفتے کے آخری کاروباری روز اشاریہ 8793 پر پہنچ گیا مارچ کے دوسرے ہفتے کے آغاز پر اس میں 810 پوائنٹ کا اضافہ ہوا اور اشاریہ 9603 پر جا پہنچا تیسرا ہفتہ اور حیرت انگیز رہا خصوصاً 15 مارچ پاکستان کی مالیاتی تاریخ ہمیشہ یاد رہے گی جب اشاریہ ہزار کی حد عبور کر کے 10509 تک چلا گیا اور خوش طالع گیارہ ہزار کی آس لگا بیٹھے مگر آخر وقت میں تھوڑی سی کمی ہوئی اور اشاریہ 10303 پر بند ہوا۔ مگر اس دو سو پوائنٹ کی کمی سے کسی قسم کی بددلی پھیلنے کے بجائے بازار میں جشن کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس پر مبارک بادیاں دی جانے لگیں، مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ اللہ بھی یاد آیا اور شکرانے کے نوافل ادا کئے گئے ایکسچینج کی کارکردگی کو باہر بھی مدح سرائی کی گئی اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اب کراچی جنوبی ایشیاء کے بازاروں میں سرفہرست آجائیگا۔ اس کی تیز رفتاری پر بغلیں تو بجائی گئیں مگر کسی نے اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ 9/ماہ کے مختصر عرصے میں نفسیاتی حد کا 4981 پوائنٹ سے بڑھ کر 10303 تک جا پہنچنا یا 93.93 فیصد کا اضافہ کن اسباب کا مرہون منت ہے کیونکہ اس عرصے میں پاکستان میں تو کوئی ایسی غیر معمولی معاشی تبدیلی نہیں ہوئی جس کی بناء پر اس کو جائز قرار دیا جائے بازار کے تیزی سے بڑھتے ہوئے نرخوں پر مجھے 80 کی دہائی کی وہ سرمایہ کار کمپنیاں یاد آئیں جو ایک لاکھ روپیہ جمع کرانے پر چار یا پانچ ہزار روپے ماہوار منافع دے رہی تھیں۔ میرے چھوٹے صاحبزادے نے بھی کچھ رقم لگائی اور ایک آدھ مہینے منافع بھی حاصل کیا۔ وہ مجھے بھی ترغیب کے لئے سب سے بڑی کمپنی کے دفتر لے گئے جو شارع فیصل پر واقع تھا وہاں جشن کا سماں تھا درجنوں بڑی بڑی گاڑیاں کھڑی تھیں مرد اور خواتین فارم حاصل کرنے کے لئے درخواستیں دے رہے تھے وسیع خوش اخلاق عملہ کام میں مصروف تھا میں نے یہ سب دیکھ کر کہا کہ یہاں یا تو اسمگلنگ ہو رہی ہے یا منشیات کا کاروبار ہو رہا ہے کیونکہ کسی جائز کام اور بالخصوص ابتدائی دور میں اتنا کثیر نفع ممکن ہی نہیں۔ میرا اندازہ صحیح نکلا اور چند ماہ بعد ہزاروں اپنی محنت کی کمائیوں سے محروم ہو گئے۔ یہ کاروبار کھلے عام ہو رہا تھا مگر کسی سرکاری ادارے کو اس طرف دھیان دینے کا خیال ہی نہیں آیا۔

کچھ ایسی ہی صورت کراچی کے اسٹاک مارکیٹ میں پیش آئی۔ 16 سے 22/مارچ تک معمولی ردوبدل کے ساتھ 24/مارچ کو نفسیاتی حد گر کر 8400 پر آ گئی۔ یعنی ایک عشرے میں 1900 پوائنٹ کی کمی اور کوئی ساڑھے تین ارب روپے خسارے کی نذر ہو گئے۔ لیکن خسارے کی دو صورتیں تھیں ایک کاغذی خسارہ یعنی دس روپے والا حصہ 162 روپے سے گر کر 122 روپے پر آ گیا تو جنہوں نے یہ حصہ اصل قیمت یا پریمیم پر خریدا تھا ان کا حسابی نقصان ہوا مگر جنہوں نے بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر زائد قیمت پر حصص خریدے وہ حقیقی نقصان میں رہے یا ان کو متوقع فائدہ نہ ہو سکا انہوں نے ہلڑ مچایا اور توڑ پھوڑ شروع کر دی پولیس کو بلانا پڑا، کچھ زخمی ہوئے، کچھ گرفتاریاں ہوئیں اور صورتحال کافی خراب رہی۔ اس دن ایک روز میں مجلس نظما کے دو اجلاس ہوئے۔ مزید مندی کو روکنے کی تدابیر پر غور کیا گیا لیکن نظما نے اس حادثے کی ساری وجہ سرمایہ کاروں کی جلد سے جلد زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی خواہش کو قرار دیا۔ مگر نظما صورتحال کو بگڑنے سے پہلے بھی بعض تدابیر اختیار کر کے یا بعض پابندیاں لگا کر صورتحال پر قابو پا سکتے تھے مثلاً ملک کے سب سے بڑے سرکاری تجارتی بنک کی میٹنگ ہو چکی تھی اور اس کے معقول نفع اور بونس حصص کا تعین بھی ہو چکا تھا بلکہ ٹی وی کے ایک نجی چینل نے تو یہ خبر نشر بھی کر دی تھی مگر بعد میں اس خبر کو دبا دیا گیا حالانکہ بنک کا وہ اعلان جو ایک ہفتے بعد ہوا اگر ایک ہفتے قبل ہو جاتا تو صورت کچھ سنبھل سکتی تھی۔

کراچی کے اسٹاک مارکیٹ نے اپنے اشاریے کی تجدید کی ہے اور چند اداروں کو خارج کر کے ان جگہ دوسرے بینکوں اور کمپنیوں کو منتخب کیا ہے اور یکم اپریل سے نئے اشاریے کا نفاذ بھی ہو گیا مگر یہ پتہ نہیں چلا کہ نئے اور پرانے اشاریہ میں کتنا فرق ہے اور کیا اس سے پرانا تسلسل قائم رہے گا۔ اور پر سیکورٹیز ایکسچینج کمیشن نے تینوں مارکٹوں کے حاضر اور مستقبل کے کاروبار کے لئے نئے قواعد وضوابط مرتب کئے ہیں جن کا نفاذ یکم مئی سے ہوگا۔ بعض اور اصلاحات بھی کی گئی ہیں مگر ان سے انفرادی اور ملکی ساکھ کے نقصان کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔

ابھی بازار مستحکم نہیں ہوا اور اتار چڑھاؤ جاری ہے اپریل کا دوسرا ہفتہ کمی کے ساتھ 7593 اشاریہ پر بند ہوا۔ آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے بعض کرم فرماؤں خصوصاً بریڈفورڈ سے محترم مقصود الٰہی شیخ کا شکریہ جنہوں نے میرے پچھلے کالم کی بناء پر احتیاط برتی۔

فرمانِ قائدؒ

میں جانتا ہوں کہ ضرورت ہوئی تو مسلمان اعرابِ فلسطین کی مدد کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے جو قومی آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ عربوں کے ساتھ بے شرمانہ سلوک کیا گیا ہے۔ اپنی آزادی کے لئے لڑنے والوں کو ڈاکو بتایا گیا اور ہر قسم کی سخت گیری کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اپنے وطن کی حفاظت کے جرم پر انہیں بنوک سنگین مارشل لاء جاری کر کے دبایا جا رہا ہے لیکن دنیا کی کوئی قوم جو زندہ رہنے کی مستحق ہیں، کوئی بڑا کام اُن قربانیوں کے بغیر نہیں کر سکتی جو اعراب فلسطین کر رہے ہیں۔ ہماری تمام ہمدردیاں اُن بہادر غازیوں کے ساتھ ہیں جو غاصبوں سے حریت کی خاطر جنگ کر رہے ہیں۔

اجلاس مسلم لیگ پٹنہ۔ 26 دسمبر 1938ء